(۱۶)

(فرمودہ ۳۰ مئی ۱۹۲۸ء بمقام باغ حضرت مسیح موعود علیہ السلام قادیان)

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت تھی اور آپ کا یہ طریق تھا کہ اس عید کے موقعہ پر آپ نماز جلدی پڑھایا کرتے تھے اور خطبہ بھی مختصر فرماتے تھے[۱] تاکہ جن لوگوں نے قربانی کرنی ہو وہ نماز سے فارغ ہو کر یا اگر خطبہ سُننا چاہیں تو خطبہ سُنکر قربانی کرسکیں۔ ہمارے ملک میں چونکہ اسلامی عادات اور طریق کی بہت کمی ہے اس لئے عام طور پر اس عید اور اس سے پہلی عید کی نمازوں کے وقت میں زیادہ فرق نہیں کیا جاتا۔ میرا منشاء ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو جاری کیا جائے لیکن اگر یکدم تغیر کیا جائے تو خطرہ ہے کہ بہت سے لوگ نماز سے محروم رہ جائیں اس لئے آہستہ آہستہ اس سنت کو جاری کیا جائے اور لوگوں کو عادت ڈالی جائے کہ اس عید کی تیاری صبح ہی سے شروع کر دیا کریں۔ اور وقت پر نماز کے لئے پہنچ جایا کریں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں اس لئے عید کی نمازوں کے متعلق انتظار کیا جاتا تھا کہ یہاں جماعت کم تھی اور باہر سے بہت سے دوست آیا کرتے تھے۔ ان کے آنے پر عید کی نماز ہوتی تھی۔ لیکن اب حالات متغیر ہو رہے ہیں باہر سے آنے والے دوستوں کی تعداد نسبتاً کم ہوتی جا رہی ہے۔ اور مقامی دوستوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ارد گرد کے گاؤں کے لوگوں کو شامل کر کے جو عید کی نماز کے لئے قادیان میں آتے ہیں میرے نزدیک یہاں کی تعداد ڈیڑھ دو ہزار کے قریب ہو جاتی ہے۔ اور باہر سے آنے والے دوست ۱۰-۲۰ سے زیادہ نہیں ہوتے۔ اس طرح یہاں کے اور باہر سے آنیوالے دوستوں میں اس قدر فرق ہو گیا ہے کہ باہر سے آنے والوں کی خاطر ہم اس حکم سے ہمیشہ کے لئے دستبردار نہیں ہو سکتے جس کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد موجود ہے۔ باہر کے جو دوست نماز میں شامل ہو سکیں اور خدا تعالےٰ نے اس مقام کو برکت دی ہے اس لئے جس قدر بھی آسکیں آئیں۔ ان کو آئندہ یا تو شام کو ہی یا زیادہ سے زیادہ صبح سویرے یہاں پہنچ جانا چاہیئے۔ بہرحال اس عید کی نماز کو سنت کے مطابق ادا کرنے کی ہمیں آہستہ آہستہ کوشش کرنی چاہیئے۔

اس کے بعد مَیں اس عید کے ہی ایک حکم کے متعلق مختصراً ایک بات کہنی چاہتا ہوں۔ یہ عید قربانی کی عید ہے۔ اس موقعہ پر قربانیاں کی جاتی ہیں اور یہ عید یادگار ہے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے ایک فعل کی۔ جب انہوں نے خدا کے حکم کے ماتحت اپنے بچے کو قربان کر دیا۔ مَیں نے جیسا کہ

پہلے کئی دفعہ بیان کیا ہے۔ میرے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فعل کہ انہوں نے اپنے بچے کو چھری لے کر ذبح کرنا چاہا، یہ عید درحقیقت اس کی یادگار نہیں ہے۔ اگر یہ اس کی یادگار ہوتی تو یہ واقعہ چونکہ شام کا ہے اس کی یادگار کے طور پر حج شام میں ہوتا۔ کسی فعل کی یادگار قائم رکھنے کا بہترین ذریعہ یہی ہوتا ہے کہ اس جگہ جہاں واقعہ ہؤا ہو یادگار بنائی جائے باقی علاقوں میں بھی بے شک ہو مگر اصل اور بڑا مقام وہی ہو جہاں واقعہ ہؤا ہے۔

پس اگر یہ عید اس عملی طور پر چھری پھیرنے کے لئے تیار ہو جانے کے نتیجہ میں ہوتی جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بچے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی گردن پر شام کے علاقہ میں رکھی تھی تو اس عید کا اصل مقام اور حج کا مقام شام ہوتا نہ کہ حجاز۔ لوگ اکناف عالم سے وہاں جمع ہوتے اور اس جگہ جہاں یہ واقعہ ہؤا تھا اکٹھے ہو کر خدا کی یاد کرتے اور کہتے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کس قدر عظیم الشان قربانی کی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے حج کے لئے مکہ کو قرار دیا۔ منیٰ کو قرار دیا۔ مزدلفہ اور عرفات کو قرار دیا لیکن شام کے کسی مقام کو قرار نہیں دیا۔

پس میرے نزدیک اس کا تعلق اس قربانی سے نہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی گردن پر عملی طور پر چھری پھیرنے پر آمادگی سے کی۔ پھر چھری پھیرنے کے لئے بیٹھ جانا۔ اور چھری پھیر دینا ان دونوں باتوں میں بھی بڑا فرق ہے جس وقت تک انسان عملی قربانی کر نہیں دیتا اس کے دل کا حال اور ہوتا ہے۔ ممکن ہے آج بھی کوئی انسان اپنے بیٹے کی گردن پر چھری پھیرنے کے لئے آمادہ ہو۔ اور چھری پھیرنے کے لئے اسے لٹا بھی دے۔ پھر چھری اس کی گردن تک بھی لے جائے۔ مگر ممکن ہے اس کا ہاتھ کانپ جائے اور وہ رک کر ہٹ جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری لی، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو لٹایا مگر الہام ہؤا کہ تیرا خواب پورا ہو گیا، جانے دے۔ چونکہ آپ نے چھری پھیری نہیں اس لئے اس مقام کو عملی قربانی کے مقام سے نسبت نہیں ہو سکتی۔ پس جیسا کہ میں نے پہلے بھی کئی دفعہ بیان کیا ہے۔ اس عید اور رؤیا کا تعلق اس واقعہ سے نہیں بلکہ اس سے ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ایسی وادی غیر ذی زرع میں پھینک دیا ہے جہاں نہ پانی ہے نہ کھانا اور چھری پھیرنے سے مراد ایسی وادی غیر ذی زرع میں ہی پھینکنا ہے۔ ان کی رؤیا کے یہی معنے تھے۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا تعالیٰ کی محبت کے جوش میں واقعی چھری پھیرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اگر خدا تعالیٰ کے ارشاد کا یہ مطلب ہوتا کہ چھری پھیر دو اور پھر روک دیتا تو اس کے تو یہ معنے ہوتے کہ وہ خود ہی اپنے حکم کی نافرمانی سکھاتا ہے وہ ایک کام کا حکم

دیتا ہے مگر اس کا منشاء وہ نہیں ہوتا۔ اور خدا تعالیٰ جیسی حکیم ہستی کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ ایک ایسا حکم دے جس کے متعلق وہ خود جانتا ہو کہ اسے پورا نہیں کراؤں گا منشاء احکام خداوندی کے خلاف ہے۔ دراصل بات یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت کے ابتدائی ایام میں جب زمین دنیا سے مٹ چکا تھا اس وقت انسانی قربانی ہوتی تھی۔ اور انبیاء کا یہ طریق ہے کہ جب تک کسی امر کے متعلق خدا تعالیٰ کی طرف سے علم نہ آئے وہ قومی دستور کو جاری رکھتے ہیں اور چونکہ اس وقت کثرت سے انسانی قربانی ہوتی تھی اس لئے آپ نے اپنی رؤیا کا یہی مفہوم سمجھا کہ اسمٰعیلؑ کو ذبح کر کے قربان کرنا چاہیئے۔ مگر منشاء الٰہی یہ نہ تھا بلکہ کچھ اور تھا۔ اور وہ یہ کہ آپ ان کو ایک دن ایک ایسی جگہ چھوڑ آئیں گے جہاں چھوڑنا موت کے مُنہ میں دینے کے برابر ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کا یہ خواب اس وقت پُورا ہوا جب وہ حضرت اسمٰعیلؑ اور ان کی والدہ کو اس جگہ چھوڑ آئے جہاں مکّہ آباد ہوا۔ اور جہاں آج لوگ اس واقعہ کی یاد تازہ کر رہے ہیں۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کے خواب کا اصل منشاء تھا اور یہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنا تھا کہ انہیں ایسی جگہ چھوڑ آئے جہاں ایک مشکیزہ پانی اور تھوڑی سی کھجوروں کے سوا کھانے پینے کا کوئی سامان نہ تھا۔ کئی کئی میل تک کوئی آبادی نہ تھی۔ ایسی حالت میں چھوڑ آنا سو فیصدی موت کے منہ میں پھینک آنا تھا۔ کون کہہ سکتا تھا کہ تھوڑا سا کھانا اور پانی ختم ہونے پر کچھ اور میسّر آ سکے گا۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں ذبح کرنے میں کوئی دریغ نہیں کیا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ خدا نے انہیں پھر زندہ کر دیا۔

واقعہ اس طرح ہُوا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فیصلہ کر لیا کہ حضرت اسمٰعیلؑ اور ان کی والدہ کو وادی غیر ذی زرع میں چھوڑ آئیں تو وہ ایک مشکیزہ پانی کا اور کچھ کھجوریں ساتھ لے کر حضرت اسمٰعیلؑ اور ان کی والدہ کو خدا کے حکم کے ماتحت وہاں چھوڑ گئے لیکن محبتِ پدری اور خاوند بیوی کی محبت تو نہیں چھوڑی جا سکتی تھی۔ جب آپ واپس چلے تو مُڑ مُڑ کر پیچھے دیکھتے جاتے تھے۔ کیونکہ آپ بخوبی جانتے تھے کہ اس پانی اور ان کھجوروں کے ختم ہونے کے بعد ان کی بیوی اور ان کے بچہ کے لئے کھانے پینے کا کوئی سامان نہ ہوگا۔ حضرت ہاجرہ نے جب یہ دیکھا تو خیال کیا ضرور کوئی بات ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں اور ہمیں کہاں چھوڑے جاتے ہیں۔ چونکہ یہ ایک دردناک موقعہ تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے منہ سے بات نہ نکل سکی اور آپ نے تیز تیز چلنا شروع کیا۔ آخر حضرت ہاجرہ نے دریافت کیا آپ ہمیں یہاں کس کے حکم سے چھوڑے جاتے ہیں؟ تب انہوں نے کہا۔ خدا تعالیٰ کے حکم سے۔ اس پر حضرت ہاجرہ نے کہا۔ اگر خدا کے حکم سے چھوڑے جاتے ہیں تو وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا اور خدا تعالیٰ کی راہ

میں اپنی اور اپنے بچہ کی قربانی کو قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی آزمائش کرنا چاہتا تھا۔ پانی اور کھجوریں ختم ہوگئیں۔ نزدیک نہ کوئی بستی تھی اور نہ ہی ادھر سے کسی قافلے کے گذرنے کا امکان تھا۔ حضرت اسمٰعیلؑ بچے تھے، کوئی آٹھ برس کی عمر ہوگی، پیاس کے مارے تڑپنے لگے۔ حضرت ہاجرہ سے اپنے لختِ جگر کی یہ حالت نہ دیکھی گئی اور بیقرار ہوکر صفا و مروہ پہاڑیوں پر دوڑنے لگیں۔ کبھی ایک پر چڑھ جاتیں اور کبھی دوسری پر چڑھ کر دیکھنے لگتیں کہ شائد کوئی قافلہ آرہا ہو لیکن کوئی نظر نہ آتا۔ ایک پہاڑی سے اتر کر دوسری پر جانے تک چونکہ راستہ میں نیچی جگہ تھی۔ اور وہاں حضرت اسمٰعیل نظر نہ آسکتے تھے۔ اس لئے وہ فاصلہ دوڑ کر طے کرلیتیں۔ تاکہ اونچی جگہ پر جاکر بچہ کو بھی دیکھ سکیں۔ کئی بار متواتر انہوں نے اسی طرح کیا مگر کوئی صورت پانی ملنے کی نظر نہ آئی۔ آخر جب بہت بے قرار ہوگئیں تو آواز آئی ہاجرہ! جا اسمٰعیلؑ کے پاس جا۔ جب وہ حضرت اسمٰعیلؑ کے پاس آئیں تو دیکھا کہ چشمہ پھوٹا ہوا ہے۔ اس سے انہوں نے پانی پلایا۔ پانی ملنے کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے سامان پیدا ہوگئے کہ عرب کا ایک قافلہ راستہ بھول کر وہاں آگیا۔ اس نے پانی پاکر آرام پایا تو حضرت ہاجرہ کو کچھ تحائف دیئے اور پھر اجازت لے کر وہاں ڈیرے ڈال دیئے اور معاہدہ کیا کہ آپ کی رعایا ہوکر یہاں رہینگے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو گویا وہاں کا بادشاہ بنا دیا۔ یہ ہے اصل واقعہ اور یہ تھا قربانی اور عملی طور پر چھری پھیرنے کا مفہوم اور اسی واقعہ کی یادگار میں آج کی عید ہے اور لوگ وہاں جاتے ہیں۔ باقی رہا یہ سوال کہ خدا تعالیٰ نے مزدلفہ، منیٰ اور عرفات کو کیوں اس شرف کے لئے چنا۔ میرا خیال ہے کہ عرفات ساحلِ سمندر کی طرف ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس راستہ سے ان کو چھوڑنے کے لئے شام سے آئے۔ اور عرفات وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی تجلی ظاہر ہوئی۔ اور مزدلفہ وہ مقام ہے جہاں آپ سے وعدہ کیا گیا کہ اس قربانی کے بدلہ میں بہت بلند درجات عطا ہوں گے۔ مزدلفہ قرب پر دلالت کرتا ہے۔ اور عرفات عرفان پر۔ منیٰ وہ مقام ہے جہاں حضرت ہاجرہ گھبرائی ہوئی پہنچیں۔ اس جگہ شیطان کو روڑے مارے جاتے ہیں چونکہ آپ گھبرائی ہوئی تھیں۔ مگر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ خدا کے حکم سے تم کو یہاں چھوڑے جاتا ہوں اور انہوں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ تو گویا شیطان ہمیشہ کے لئے مار دیا گیا۔ یہ ساری جگہیں قربانی سے تعلق رکھتی ہیں پس آج کے دن درحقیقت ہم اس بات کی یاد تازہ کرتے ہیں کہ حضرت ابرہیم علیہ السلام نے خدا کے لئے اپنے بیٹے کو ذبح کردیا۔ لیکن خدا نے اس کو زندہ کیا اور ہمیشہ کیلئے اسے زندہ کردیا اور دنیا میں اس کا نام روشن کردیا۔ اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ دنیا میں

وہی قومیں ترقی کرسکتی ہیں جو عملاً قربانی کرنے کی عادی ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو قربان کیا۔ خدا تعالےٰ نے ان سے وعدہ کیا کہ مَیں ہمیشہ کے لئے تیری ذرّیت کو قائم رکھوں گا۔ اور جس طرح آسمان کے ستارے گنے نہیں جا سکتے، اسی طرح تیری اولاد بھی گنی نہیں جائے گی۔ پھر جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اس وادیٔ غیر ذی زرع میں پھینک دیا، خدا تعالےٰ نے اس کے بدلہ میں ان کی اولاد میں سے ایک شخص کو جنّت کا آخری وارث بنایا۔ وادیٔ غیر ذی زرع اس کو کہتے ہیں جہاں سبزی نہ ہو۔ اور جنّت اس مقام کا نام ہے جہاں سبزی ہی سبزی ہو۔ گویا مکّہ اور جنّت دو متضاد مقام ہیں۔ مکّہ کی زمین ایسی شور ہے کہ بعض لوگوں نے وہاں باغ لگانے کی کوششیں کی ہیں اور اس کے لئے لاکھوں روپے خرچ کئے ہیں اور دوسرے ملکوں سے مٹی لا کر ڈالی ہے۔ مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ یہ تو مکّہ کی حالت ہے اور جنّت وہ جگہ ہے جہاں سایہ کی اتنی کثرت ہو کہ کبھی دھوپ نہ ہو۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو ایسی جگہ ڈال دیا جہاں سایہ تک نہ تھا تو خدا تعالےٰ نے کہا کہ مَیں تیری اولاد کو ایسی جگہ کا وارث کرونگا جہاں کبھی دھوپ نہ ہو گی۔ اور اب کوئی شخص جنّت میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد کی غلامی نہ کرے اور ان سے جنّت کی چابی نہ مانگے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو وادیٔ غیر ذی زرع میں رہنے کے نتیجہ میں اس جگہ کی وراثت عطا ہوئی جہاں نہ کبھی دھوپ ہوتی ہے نہ خشکی۔ اور یہ قربانی ہے جس کی یاد ہمیں دلائی گئی ہے اور جس کی یاد تازہ رکھنے کے لئے ہم بکرے قربان کرتے ہیں۔ یہ قربانیاں عظیم الشان نشان ہیں جن کے اندر بڑی بڑی حقیقتیں مخفی ہیں۔ جب تک ان کو پیشِ نظر نہ رکھا جائے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ دیکھو جس شخص سے محبت ہو اس سے مصافحہ کیا جاتا ہے جو محبت کے اظہار کا نشان ہے اور اس کے معنی ہیں کہ دلوں میں باہمی کوئی کدورت نہیں۔ یہ سچی محبّت کا اقرار ہوتا ہے لیکن اگر کوئی شخص ہاتھ تو ملائے مگر دل میں کدورت رکھے تو اس سے مصافحہ کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ جو شخص محبت کے جذبات تو اپنے اندر پیدا نہ کرے لیکن مصافحہ کرے وہ بیہودہ حرکت کرتا ہے۔ پس جس طرح محبت اور عفو کی علامت مصافحہ ہے۔ اسی طرح خدا تعالےٰ سے محبّت اور حقیقی قربانی کی ظاہری نشانی یہ بکرے کی قربانی ہے۔ یاد رکھنا چاہئیے کہ قربانی بھی اسی شخص کی مفید ہو سکتی ہے جو خدا کے لئے اور اس کی رضا کے حصول کے لئے اپنے جان و مال اور اولاد کی قربانی کرنے پر بھی آمادہ ہو۔ اور جو خدا تعالےٰ کے لئے اس قربانی پر آمادہ نہیں ہوتا اس کے لئے کوئی عید نہیں وہ محض ظاہری شکل اختیار کئے ہوئے ہے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے جو قربانی کی یہ عید اس قربانی کی یادگار ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک بیوی نے کہا کہ اسمٰعیلؑ کے یہاں رہنے سے فساد کا خطرہ ہے[۱۳] اور حضرت اسمٰعیلؑ نے اس کو مٹانے کے لئے قربانی کو قبول کیا تو اللہ تعالےٰ نے ہمیشہ کے لئے اس کو امن قائم کرنے والا بنا دیا۔ اور اس کی اولاد کے ذریعہ دنیا میں مذہب اسلام نازل کرکے اس کو ہمیشہ کے لئے امن قائم کرنے والا قرار دیا۔ اسلام کے معنے ہیں سلامتی۔ اور اسلام سے تعلق رکھنے کا نام ایمان ہے جس کے معنے امن کے ہیں[۱۴]۔ چونکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے ایک گھر کا فساد دور کرنے کے لئے قربانی کی اللہ تعالےٰ نے انہیں ساری دنیا کا امن قائم کرنیوالا بنا دیا۔

یہ حقیقت ہے اس قربانی کی اور جب تک اس کو نہیں سمجھا جاتا اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔ تعجب ہے کہ بعض لوگ قربانی پر اعتراض کرتے ہیں اور اس کو اسراف قرار دیتے ہیں۔ اور وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ کیوں نہ یہ روپیہ خدمتِ دین اور اشاعتِ اسلام کے لئے خرچ کیا جائے۔ ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ خواہ یہ سوال نیک نیتی سے ہی کیوں نہ کیا جائے پھر بھی یہ وسوسہ شیطانی ہے اور شیطان بعض اوقات دین کے معاملہ میں اچھی صورت سے بھی وسوسے ڈالتا ہے۔

ایک جگہ ایک بزرگ کی دعوت تھی۔ جب کھانا چنا گیا تو انہوں نے ہاتھ کھینچ لیا اور کھانے سے انکار کر دیا۔ جب وجہ دریافت کی گئی تو کہا کہ چونکہ اس کھانے کی طرف بہت زیادہ رغبت ہو رہی ہے اس لئے میں نے اسے کھانا پسند نہیں کیا۔ اب گو دعوت قبول کرنا سنت ہے مگر انہوں نے کہا کہ نفس کی اس قدر رغبت شک ڈالتی ہے کہ ضرور اس کھانے میں کوئی نقص ہے۔ میزبان نے کہا۔ اس میں کوئی نقص تو نہیں یہ حلال مال ہے۔ مگر انہوں نے کہا۔ ضرور کوئی نقص ہوگا، تحقیق کی جائے۔ غرض قصائی سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میرا اونٹ مرگیا تھا میں نے سمجھا بہت نقصان ہوگا۔ اس لئے اسے کاٹ کر بیچ ڈالا[۱۵]۔ تو شیطان بعض اوقات کسی کام کی زیادہ رغبت دلا کر بھی وسوسہ پیدا کرتا ہے۔ بظاہر تو دین کے رستہ میں مال خرچ کرنا بہت اچھی بات ہے لیکن سوال یہ ہے کہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں دین زیادہ غریب تھا، صحابہ کئی کئی وقت تک بھوک کی وجہ سے پیٹوں پر پتھر باندھ رکھتے[۱۶] مگر باوجود اس غربت و افلاس کے وہ قربانی کرتے تھے تو اب اسلام کی خدمت کے خیال سے قربانی چھوڑنا کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔ اسلام اور روحانیت کسی ایک چیز کا نام نہیں بلکہ کئی چیزوں کا نام ہے۔ جس طرح آنکھ، کان، ناک غرضیکہ تمام اعضاء مل کر ایک خوبصورت اور مکمل انسان بنتا ہے اسی طرح روحانیت کے لئے کئی ایک چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

اب اگر کوئی شخص کہے کہ کسی کے تھوڑے تھوڑے کان کاٹ ڈالے جائیں تو کیا حرج ہے۔ اس کی سماعت میں تو بے شک بہت تھوڑا فرق آئے گا۔ مگر اس کی زینت میں فرق ضرور آجائے گا۔ پس کسی چیز کو کامل بنانے کے لئے بعض باتیں اس کی زینت کے لئے ہوتی ہیں اور یہ قربانی ایسی حکمتوں کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی بھی ہمیں یاد دلاتی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس عید کو کھانے پینے کا دن کہا ہے[۸۵]۔ یہ بظاہر اسراف ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں۔ بلکہ قوموں میں زندگی کا احساس اور امنگ پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تحفہ تحائف تقسیم کرنے کے لئے دن مقرر کئے جائیں اور عید کے دن بھی گوشت بانٹا جاتا ہے۔

مکہ میں آج کے دن اس قدر بکرے ذبح کئے جاتے ہیں کہ گوشت کھانے والا کوئی نہیں ملتا مگر پھر بھی قربانیاں کی جاتی ہیں۔ گوشت سکھایا بھی جا سکتا ہے۔ سکھانا بھی جائز رکھا گیا ہے اس لئے سکھا کر اپنے لئے رکھنا بھی جائز ہے اور غرباء میں تقسیم بھی کیا جاتا ہے[۸۶]۔ لیکن اگر ضائع بھی ہو جائے تو بھی قربانی ضروری ہے روحانی امور سے تعلق رکھنے والے اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ میں بعض صحابی دن رات مسجد میں بیٹھے رہتے تھے کہ شاید حضور باہر تشریف لے آئیں اور وہ کسی بات کے سننے سے محروم رہ جائیں[۸۷]۔ لوگ سمجھتے ہوں گے کہ وہ وقت ضائع کرتے تھے لیکن نہیں وہ بہت بڑی خدمت کر رہے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ کے بھائی ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی حضور ابوہریرہؓ تمام دن مسجد میں بیٹھا رہتا ہے اور کوئی کام نہیں کرتا۔ مجھے تمام دن محنت کرنی پڑتی ہے آپ اسے سمجھائیں کہ کام کیا کرے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم خدا اسی کے طفیل تمہیں بھی رزق دے رہا ہے[۸۸]۔ تو اصل میں وہ لوگ وقت ضائع نہیں کرتے تھے بلکہ بہت بڑے ثواب کا کام کرتے تھے۔ پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسجد میں آکر امام کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے تو وہ بھی گویا عبادت میں ہی ہوتا ہے[۸۹]۔ اصل میں خدا تعالیٰ دیکھتا ہے کہ انسان میری راہ میں کس قدر قربانی کے لئے آمادہ ہے۔ اگر معمولی قربانی کے لئے تیار رہے تو بڑی کے لئے بھی تیار ہو سکے گا۔

اگر تمام بکرے ذبح کر کے گوشت پھینک دیا جائے تو بھی ثواب ہے۔ مگر یہ گوشت تو غرباء میں تقسیم کیا جاتا ہے اور اگر بچ رہے تو پرندوں کو ڈال دیا جائے جن کا حق قرآن کریم نے بھی رکھا ہے[۹۰] یعنی جانوروں کا۔ پس اگر گوشت پھینک دیا جائے اور کتے اور چیلیں اسے کھا جائیں تو بھی یہ ثواب کا موجب ہے۔

اس قدر فوائد قربانی کے اندر ہیں کہ خواہ اسلام پر کس قدر بھی مصیبت کے دن آئیں تو بھی

قربانی جائز اور ضروری ہوگی ہاں اگر انسان پر خود کوئی مصیبت ہو تو وہ نہ کرے لیکن اگر توفیق ہو تو ضروری ہے۔

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ایک شخص ۳۶۰ دن گوشت کھاتا ہے یا کھانے کی کوشش کرتا ہے مگر اسے اسلام کی حالت اور غربت اور خدمتِ دین اور اس روپیہ کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا خیال پیدا نہیں ہوتا لیکن ایک دن خدا کے لئے اسے کھانا پڑتا ہے تو اسے دین کے راستہ میں خرچ کرنے کا خیال آتا ہے۔ جب اپنی خواہش سے کھاتا تھا اس وقت تو اسلام کی مصیبت بھولے ہوئے تھا لیکن خدا کے حکم سے کھانا پڑا تو خدمتِ اسلام یاد آ گئی۔ جب اپنا نفس کہتا ہے کہ گوشت کھاؤ تو یہ ضرور کھاتا ہے لیکن جب خدا تعالےٰ حکم دیتا ہے تو کہتا ہے یہ اسراف ہے اسے کس طرح نیک خیال کیا جاسکتا ہے۔ یقیناً یہ وسوسۂ شیطانی ہے۔

پس جس کو توفیق ہو وہ قربانی ضرور کرے اور لوگ عید کے دن کھائیں پئیں تا کہ ان کے دلوں سے مایوسیاں دُور ہوں اور امنگیں پیدا ہوں اور خیال ہو کہ خدا تعالےٰ نے ان کے کھانے پینے کے دن بھی مقرر کئے ہیں۔ خدا تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس عید کی حقیقت کو سمجھیں اور ہمیں ایسی قربانیاں کرنے کی توفیق دے جس کے نتیجہ میں یہ عید حضرت ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قربانی کی یادگار ہے۔" (الفضل ۵ ؍جون ۱۹۲۸ء صفحہ ۱۰)

---

۱ ۔ سنن نسائی کتاب صلوٰۃ العیدین باب القصد فی الخطبۃ۔

۲ ۔ یہ جزیرہ نمائے عرب کا قدیمی شہر ہے جو بیت اللہ شریف کی وجہ سے مرجع خلائق ہے۔ ۰ ۸ ، درجے طول بلد اور ۳ ۲ درجے عرض بلد پر واقع یہی وہ مقدس بستی ہے جہاں فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کثرتِ ازدحام کی وجہ سے مکہ کا نام بکہ بھی ہے (معجم البلدان ۸/۱۳۲) اسے ام القریٰ بھی کہا گیا ہے (الانعام ۶ : ۹۳) اس کا ایک نام البلد الامین (التین ۹۵ : ۴) بھی رکھا گیا ہے۔ اس میں خانہ کعبہ وہ پہلا گھر ہے جو عبادت حج کے لئے تعمیر کیا گیا ہے (آل عمران ۳ : ۹۷) اسے ۲۔ بیت العتیق (الحج ۲۲ : ۳۰) ۳۔ بیت الحرام (مائدہ ۵ : ۹۸) اور ۴۔ بیت المعمور (الطور ۵۲ : ۵) بھی کہا گیا ہے۔

۳ ۔ مکہ سے عرفات کی جانب قریباً ۳ میل کے فاصلہ پر پہاڑیوں میں گھری ہوئی ایک بستی ہے۔ جہاں حاجی قربانیاں کرتے اور جمرات پر کنکریاں پھینکتے ہیں۔

۴ ۔ ایک کشادہ میدان جو منیٰ سے شرقی جانب تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے اس میں بطن محسر ایک خاص مقام ہے جہاں اصحاب فیل ہلاک ہوئے تھے۔ ۹ ذوالحجہ غروب آفتاب کے بعد حاجی یہاں (مشعر الحرام میں) قیام کرتے اور صبح کی نماز کے بعد منیٰ چلے جاتے ہیں۔

۵۔ ایک وسیع میدان ہے جہاں حاجی ۹ ذوالحجہ زوال آفتاب سے پہلے پہلے پہنچ جاتے ہیں۔ اسے یوم عرفہ یا عرفات کے میدان میں وقوف کرنا کہتے ہیں اور یہ ارکان حج میں سے اہم رکن ہے۔ یہاں حاجی ظہر اور عصر کی نمازیں ادا کرتے، امام کا خطبہ سنتے اور گریہ و زاری سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔

۶۔ صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب یزفّون النسلان فی المشی

۷۔ معجم البلدان جلد ۸ ص۴۵

۸۔ المنجد زیر لفظ عرف

۹۔ معجم البلدان جلد ۸ ص۱۵۹ (سمّی منٰی لان الکبش مُنِیَ بہ ای ذُبِحَ)

۱۰۔ صحیح بخاری کتاب المناسک باب التلبیۃ والتکبیر غداۃ النحر حین یرمی جمرۃ العقبۃ

۱۱۔ صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب یزفّون النسلان فی المشی۔ ۱۲۔ المنجد زیر لفظ حدیقۃ

۱۳۔ پیدائش باب ۲۱ آیت ۹-۱۰ ۱۴۔ المنجد زیر لفظ امن۔

۱۵۔ اس سے ملتا جلتا واقعہ حضرت شیخ عبداللہ حنیف کے بارہ میں خیر المجالس مرتبہ حمید شاعر القلندر ص۱۷۵ پر بیان کیا گیا ہے۔

۱۶۔ جامع ترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی معیشۃ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔ عن ابی طلحۃ قال شکونا الی رسول اللہ الجوع و رفعنا عن بطوننا عن حجر حجر فرفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرین۔

۱۷۔ صحیح بخاری کتاب الاضاحی باب ما یؤکل من لحوم الاضاحی۔ صحیح مسلم کتاب الصیام باب تحریم صوم ایام التشریق۔

۱۸۔ صحیح بخاری کتاب الاضاحی باب ما یؤکل من لحوم الاضاحی وما یتزوّد منہا۔

۱۹۔ (۱) جامع ترمذی ابواب الزہد باب ما جاء فی معیشۃ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
(۲) مجمع بحار الانوار جلد ۲ ص۲۵۳ زیر لفظ صفّف۔

۲۰۔ جامع ترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی الزُّہادۃ فی الدنیا۔

۲۱۔ صحیح بخاری کتاب الاذان باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰۃ

۲۲۔